ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

احمد ندیم قاسمی کی نظموں میں شعری تخیّل

Poetic Imagery in Ahmad Nadeem Qasmi's Poems

کرن اسلم

لیکچرار شعبہ اُردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

محسن نواز بسرا

پی ایچ، ڈی سکالر اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

ABSTRACT:

Imagery, in literary or poetic sense, is the author's use of description and vivid language, deepening the reader's understanding of the work, by appealing to the senses. It is an important poetic element. Through the poetic imagery , a poet tries to create a picture in the mind of reader or a mental image through the figural language. There are main five types of imagery, relate to the five senses. Ahmad Nadeem Qasmi, a well-known Urdu Poet and short story writer, used poetic imagery in his poems very nicely. He wrote Ghazals too. His poetic books including "Jalal o Jamal, Rim jhim, Dasht-e-Wafa, Dharkanen, Gardaab, Muheet" are very famous due to his rhythmic poetry. Qasmi was impressed by Dr. Muhammad Iqbal. Like Iqbal, He used metaphor based on sun, moon, stars and space & time. His language and style is compatible with modern thoughts. His poetry has sensory expressions. There are many poems of Ahamd Nadeem qasmi, which have beautiful imagery like "Sham Kab Aa Gayi, Jadeed Insan, Neya Saal" etc but here are specially his two poems has been mentioned for poetic imagery analyses. These are " Pas-e-Parda" and " Tahreer".

KEY WORDS:Imagery , Ahmad Nadeem Qasmi, Urdu Poems, Figural Language, Poeitc Style, Personofication, Metaphor, Anaylises

تخیل، شاعرانہ تمثالیں پیدا کرنے کی قوت کا نام ہے۔ یہی تخیل شعری ابلاغ کا راستہ آسان بناتا ہے۔ پی، بی شیلے کے مطابق، تخیل وہ غیر فانی دیوتا ہے، جسے فانی سوز و گداز کے نروان کی خاطر اوتار بن کر دنیا میں آنا چاہیے۔ جب ہم شاعرانہ تخیل کی بات کرتے ہیں تو اس سے مراد وہ تخیل ہے، جسے شاعر اپنے تجربے، مشاہدے، اپنے جذبات و احساسات کی بنیاد پر کسی حقیقت کو سمجھنے کے لیے پیش کرتا ہے۔ یہ شاعرانہ تخیل ہی ہے جو حقیقی سے غیر حقیقی تک کا سفر اس انداز سے طے کرتا ہے کہ حقیقت تک رسائی ممکن ہو جاتی ہے۔

شعری تخیل، شاعرانہ تمثال یا Imagery ، شاعری کے فن میں حسن کاری کے پُر اثر حربوں میں سے بہترین حربہ کہا جا سکتا ہے۔ کلاسیکی شاعری ہو یا جدید شاعری، تمثال کاری کا سلیقہ مندانہ استعمال کم و بیش ہر اچھے شاعر کے ہاں دکھائی دیتا ہے۔ شعری تخیل کیا ہے؟ اس بارے میں محمد ہادی حسین لکھتے ہیں کہ ''سادہ ترین الفاظ میں شاعرانہ تمثال کی توصیف یوں کی جاسکتی ہے کہ وہ الفاظ کے نقش و نگار سے بنی ہوئی ایک تصویر ہے۔''[1] شعری تخیل کا سفر تشبیہ، استعارے اور علمِ بیان و بدیع کے ذریعے آگے بڑھتا ہے۔ جس قدر شاعر کی قوتِ متخیلہ شاندار اور جاندار ہو گی اُسی قدر اس کی پروازِ خیال بلند ہو گی اور وہ ایسی تصویریں بنائے گا کہ قاری ان کے ساتھ ساتھ شریکِ سفر ہو جائے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ شاعری محض چند ایسے الفاظ کا مجموعہ ہو جو کسی خارجی حقیقت کا بیانیہ ہو لیکن شاعر کا شعری تخیل قاری کے ذہن کو کسی اور طرف منتقل کر دے۔ شاعری میں تخیل یا تمثال کاری ایک واضح تصور ہے جو قاری کی توجہ کو اپنی گرفت میں رکھتا ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

تمثالیت کو ہم ایسی تصویر بھی کہہ سکتے ہیں جس میں شاعر اپنے تخیل کو تمثیلی انداز میں مزین کر کے پیش کرتا ہے۔شعری تمثالیت میں عموماً پانچ اقسام کے تمثالی رنگ دکھائی دیتے ہیں۔جن میں بصری تمثالیت، سمعی تمثالیت، حِسی تمثالیت، مشمومی تمثالیت اور ذائقی تمثالیت شامل ہے۔اس حوالے سے امریکن شاعر بیلی کالنز(Billy Collins)کاشعری تخیل کے بارے میں کہنا ہے : ۲

"Despite the word's connotation,"imagery"is not focused solely on visual representations or mental images—it refers to the full spectrum of sensory experiences, including internal emotions and physical sensations. Imagery allows the reader to clearly see, touch, taste, smell, and hear what is happening—and in some cases even empathize with the poet or their subject . "

کامیاب شعری تخیل وہ ہے جو قاری کے ذہن پر دیر پا اثر چھوڑ جائے۔انسان اس چیز کا تصور ذہن میں نہیں لا سکتا جس سے وہ پہلے سے واقف نہ ہو۔شاعر جو بھی تمثالیں پیش کرتا ہے اس کا تعلق اس کی زندگی کے تجربات و مشاہدات سے ہوتا ہے۔شاعر اپنے گزشتہ تجربے یا مشاہدے کی یاد کو مختلف علامتوں،تشبیہوں یا استعاروں کے ذریعے نظم کرتا ہے۔شاعرانہ وسائلِ اظہار کے ذریعے ہی شاعر ایک صورتِ حال کے عناصر کو کسی دوسری صورتِ حال پر منطبق کرتا ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شعری تمثالیں کیوں کر اہم اور ضروری ہیں؟ اس بارے میں محمد ہادی حسین کے بقول:

> ''ایک اچھی نظم کی تمثالوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ نظم کی کلی صداقت کو تقویت پہنچائیں، کیوں کہ وہ صداقت واضح طور پر نظم کے اندر بیان نہیں کی جاتی۔۔۔شاعرانہ تمثالوں سے ہمیں وہی مسرت حاصل ہوتی ہے جو کسی بھولی ہوئی بات کے یکایک یاد آجانے سے یا کسی ہمدمِ دیرینہ کے مدتوں بعد ملنے سے حاصل ہوتی ہے۔'' ۳

شعری تخیل کسی بھی شاعر کے فن میں وسعت پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ہر شاعر کا اُسلوب، اس کا تخیل، شاعر کے ذاتی تجربات کے ساتھ ساتھ اُس کے زمانی تقاضوں پر بھی منحصر ہوتا ہے۔شاعر اپنے تخیل کے زور پر ایسی تصاویر قاری کی آنکھوں کے سامنے لے آتا ہے جو حقیقت پر مبنی نہ بھی ہوں تو ان پر حقیقت کا گمان ہونے لگتا ہے۔شاعر ایک ایسا مصور ہے جو الفاظ کی مدد سے قاری کے دل و دماغ پر تصاویر کھینچتا ہے۔محمد حسین آزاد لکھتے ہیں:

> ''۔۔۔شاعر گویا ایک مصور ہے۔لیکن نہ وہ مصور کہ خرداشتر،درخت وپتھر کی تصویر کاغذ پر کھینچے، بلکہ وہ ایسا مصور ہے کہ معنی کی تصویر صفحہ دل پر کھینچتا ہے اور بسا اوقات اپنی رنگینی فصاحت سے عکسِ نقش کو اصل سے بھی زیادہ زیبائش دیتا ہے۔وہ اشیا جن کی تصویر قلمِ مصور سے نہ کھینچے یہ زبان سے کھینچ دیتا ہے۔'' ۴

احمد ندیم قاسمی نے نظم گوئی کا آغاز ۱۹۳۱ء میں کیا۔انھوں نے مسمط، ترکیب بند، ترجیع بند، مستزاد اور پابند نظم کے ساتھ ساتھ معریٰ اور آزاد نظم کی ہیئت میں بھی شان دار نظمیں لکھیں۔ان کی نظموں کا پہلا مجموعہ ''جلال و جمال'' ۱۹۴۶ء میں منظرِ عام پر آیا۔قاسمی صاحب کے تمام شعری مجموعوں میں نظمیں شامل رہی ہیں۔ابتدائی دور کی نظموں مثلاً: ''احساسِ غلامی، مردِ خود شناس، مردِ آزاد، وقت کا چکر، ایک فلسفی دوست سے، بارگاہ نیاز '' وغیرہ میں ان پر اقبال،اختر شیرانی، جوش اور مولانا ظفر علی خاں کے اثرات نظر آتے ہیں۔علامہ اقبا ل سے متاثر ہونے کے حوالے سے ایک خط میں لکھتے ہیں:

> ''آخر میری اُمیدوں کا کارواں اقبال پر آ کر رکا،یقین فرمایئے کہ ''بالِ جبریل'' کی ہر نظم،

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

ہر غزل، ہر قطعہ کی بحر، ردیف اور قافیہ میں ایک ایک چیز کہی، جسے اب نذرِ آتش کر دیا
ہے۔'' ۵

اقبالؔ ہی کی طرح احمد ندیم قاسمی نے چاند، تاروں، فلک، سورج اور زمان و مکان پر مبنی استعاروں کو بڑی سہولت سے اپنی نظموں میں برتا ہے۔شعری تخیل یا تمثالیت کے ضمن میں بھی اقبالؔ کا اثر دکھائی دیتا ہے۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انھوں نے اقبالؔ کی تقلید کی ہے بلکہ اس حقیقت کی نشاندہی کرنا ہے کہ وہ امیجری جو نئی شاعری کو کلاسیکی شاعری سے ممیز کرتی ہے، در اصل اقبالؔ نے ہی اس کی شروعات کی تھی۔۶ اس کے بعد ہر عہد کے شعرا اس میں اضافہ کرتے رہے۔

احمد ندیم قاسمی نے شعری سفر کے آغاز سے کم و بیش پندرہ برس بعد آزاد نظم میں طبع آزمائی کی۔آزاد نظم کی جانب ان کا جھکاؤ محض اتفاقی نہیں تھا اور نہ ہی اس لیے آزاد نظم لکھی کہ اس دور کے معروف شعرا آزاد نظم سے شہرت پا رہے تھے۔ان کی دیگر نظموں کی مانند ان کی آزاد نظم بھی ان کے شاعرانہ خلوص اور تجربے کی سچائی کی پیداوار ہے۔امجد اسلام امجد اُن کی آزاد نظم کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اُنھوں نے آزاد نظم کو اپنی شہرت کا زینہ نہیں بنایا بلکہ اس وقت اختیار کیا جب وہ پابند نظم کے
ذریعے شعرا کی صفِ اوّل میں جگہ حاصل کر چکے تھے نیز اُنھوں نے آزاد نظم کو صرف ان خیالات
کے اظہار کے لیے استعمال کیا ہے جو شاید نظم کے پرانے ڈھانچے میں زیادہ موثر طریق پر پیش نہ ہو
پاتے۔اُنھوں نے آزاد نظم کو اس بے معنی علامیت، بدآہنگی اور لایعنیت سے آلودہ نہیں کیا جس کہ
وجہ سے اکثر قارئین اس صنفِ سخن سے اب تک مانوس نہیں ہو پاتے۔'' ۷

ترقی پسند نظم گو شعرا میں احمد ندیم قاسمی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔اُنھوں نے اپنی نظم میں شعری کیفیات کی کمی نہیں آنے دی۔اُن کی نظموں سے قاری کو یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ ایک سچے شاعر کی آواز ہے۔اس تجربے کی سچائی کو اُن کی قوتِ متخیلہ نے خوب اثر انگیز بھی بنایا ہے۔ایک شاعر کی قوتِ متخیلہ حقیقت کو تخلیق کا درجہ دیتی ہے۔ندیمؔ کی بعض نظموں میں انسانی احساسات و جذبات جس طرح تصویری پیکر میں ڈھل کر سامنے آتے ہیں وہ ان کا خاصا ہیں۔خاص طور پر روحانی واردات کے اظہار میں انھوں نے منظر کشی، جذبات نگاری اور سراپا نگاری کو پر کشش تمثالوں سے واضح کیا ہے۔بصری تمثال کی ایک مثال دیکھیے:

زندگی پر سرور طاری ہے
خوب انگڑائیاں سی لیتے ہیں
نرم پا ڈولتے خشک جھونکے
نیند کی کشتیوں کو کھیتے ہیں

(رات اور دن)

الفاظ سے تصویر بنانا ہر شاعر کے اختیار میں نہیں ہے۔ڈاکٹر سیّد عبداللہ کے مطابق جو شاعر تصویریں نہیں بنا سکتا،وہ نثر نگار ہے اور جو شاعر موسیقی پیدا نہیں کر سکتا وہ شاعر نہیں کچھ اور شے ہے۔۸ ڈاکٹر سیّد عبداللہ اپنے اسی مضمون میں احمد ندیم قاسمی کے شعری تخیل کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ندیم کی شاعری کا سماجی حصّہ اپنی جگہ احترام کے لائق ہے مگر میں جب ندیم کو ایک بلند پایہ
شاعر کہتا ہوں تو اس سماجی حصّے کی وجہ سے نہیں۔۔۔بلکہ اس وجہ سے کہ ندیم کے کلام میں
خود ندیم بھی موجود ہے۔اس کا دل (اس کا اپنا دل بھی) اس میں اندازِ خاص دھڑکتا دکھائی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

دیتاہے۔اوراس وجہ سے بھی کہ ندیم تصویریں بھی اچھی بناتا ہے۔اور پھراس وجہ سے بھی
کہ اس کی تصویریں ایسے نغموں سے ہم آہنگ اور ہم رنگ ہوتی ہیں جو قاری کے تخیل میں
تحرک پیدا کردیتی ہیں۔'' ۹

قاسمی صاحب کی نظم ''وقت'' میں سے ان کی تمثالیت کی مثال دیکھیے:

سر بر آوردہ صنوبر کی گھنی شاخوں میں
چاند بلور کی ٹوٹی ہوئی چوڑی کی طرح اٹکا ہے
آسماں سرمئی غرفل میں ستارے ٹانکے
سمٹا جاتا ہے، جھکا آتا ہے
وقت بے زار نظر آتا ہے

احمد ندیم قاسمی کی ایک خوبی یہ ہے کہ ان کے ہاں جذبات و احساسات کی تجسیم، منظر نگاری، تشبیہ، تصویر کاری سب کچھ مل جل گیا ہے۔ان کی شاعری میں ترنم، سلاستِ بیان، بے ساختگی اور رروانی نظر آتی ہے۔حقیقت اور تخیل کا ملاپ ہی اچھی شاعری کی بنیاد بنتا ہے۔قاسمی صاحب کی نظم ''مغویہ'' کے مصرعے متخیلہ کی مثال کے طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

رات خاموش ہے
سر بر آوردہ اشجار دن بھر رقص مسلسل سے تھک ہار کر
بازوؤں کو سمیٹے
اندھیرے کے بستر پہ خوابیدہ ہیں
سرد جھونکے خراماں ہیں لیکن کوئی چاپ اُٹھتی نہیں
جیسے شاہی کنیزیں، جو ملبوس کے نقرئی حاشیوں کو سجائے ہوئے
کانچ کے فرش پر چل رہی ہیں

شاعرانہ اظہار میں الفاظ خاص اہمیت رکھتے ہیں۔احمد ندیم قاسمی کی زبان اور اُسلوب جدید فکر سے ہم آہنگ ہے۔ان کے ہاں حسّی تجربات بھی ملتے ہیں۔ان کی نظموں میں ایسے فنّی روابط بھی ہیں جن سے قاری جمالیاتی حظ حاصل کرتا ہے۔۱۰احمد ندیم قاسمی کی نظموں کے موضوعات میں تنوع دکھائی دیتا ہے۔اُنھوں نے خود کو نئے زمانے سے اکتساب کی طرف ہمیشہ مائل رکھا۔اُن کی نظموں میں زندگی کے حقائق کا بیان ہے کیوں کہ شاعر اور شاعری کا تعلق اسی دنیا سے ہی ہوا کرتا ہے۔ایک شعر میں وہ خود کہتے ہیں۔

میرے ناقد! مرا موضوعِ سخن
یہی دنیا ہے ، یہیں کی باتیں

شاعر اور شاعری کا تعلق اسی مادی دنیا سے ہے۔ اس حقیقت کے بارے میں ڈاکٹر سعادت سعید لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ شاعری مادی دنیا کی پیداوار ہے۔شاعر کا وجود زمینی صورتِ حال کا اسیر ہے۔
اس کے خیالات اور اس کے عقائد ارد گرد کی ٹھوس سیچوایشنز سے جنم لیتے ہیں۔اس کے ''الہام''
کے پس منظر میں انسانوں کے ورتارے، مادی اعمال اور فکری و علمی تحقیقات بھی موجود ہیں۔'' ۱۱

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

حقائق کا بیان بھی قوتِ متخیلہ کی بدولت ایسی تشبیہات،استعارات اور علامات میں ڈھل کر سامنے آتا ہے کہ اُس کی تلخی گراں نہیں گزرتی۔احمد ندیم قاسمی کی نظم نگاری کے بارے میں پروفیسر قیصر نجفی اپنے ایک مضمون میں رقم طراز ہیں:

''قاسمی صاحب نے رواداری میں نظم نگاری نہیں کی۔اُنھوں نے غزل گوئی کی طرح نظم نگاری میں بھی ڈکشن کی ناولٹی پر توجہ مرکوز رکھی اور علامت، استعارہ، تشبیہ، تمثال وغیرہ کے حوالے سے جودت طبع اور مادہئ ایجاد سے کام لیا ہے۔یہ ان کے اختراعی مزاج کا کمال ہے کہ نظم میں بھی انھوں نے محاسنِ شعری کا ایک جہانِ نو آباد کر دیا ہے۔نتیجتاً نظمیہ کلام کو نہ صرف نئے لہجے سے روشناس کرانے میں کامیاب رہے ہیں بلکہ اسے انفرادیت سے بھی ہمکنار کر دیا ہے۔'' ۱۲

قاسمی صاحب کا مشاہدہ ان کے شعری تخیل میں سحر کاری پیدا کرتا ہے۔ان کی نظم ''آنے والے منظروں کی نذر'' میں حسین شام کے بعد، اوّلین ستارے کی شوخ بات، دلچسپ انداز میں امکان سے بھرے اختتام تک لے جاتی ہے۔

سنہرے، ڈوبتے سورج
قرطاسِ فلک پر
اک عجب تصویر کھینچی ہے!۔۔۔
۔۔۔اِدھر مشرق سے جو سیلابِ شب اُمڈا ہے
سنّاٹے کی لہروں کی زبانوں سے
گئے خورشید کی اقلیم فن کو چاٹ لیتا ہے
مگر طغیانِ تاریکی کے اس آشوب میں
پہلا ستارہ آسماں پر جب چمکتا ہے
تو وہ اپنی ہنسی پر ضبط کرتا۔۔۔
نرم سرگوشی میں کہتا ہے
کہ سورج ڈوبتا کب ہے!!

اسی طرح ان کی نظموں میں ''چھ ستمبر،تاریخ، پابندی، شام کب آ، گئی،جدید انسان، نیا سال، سفر اور ہمسفر، پسِ پردہ، بھونچال، سرمایہ، قیامت، ایک درخواست، ماورائے ساعت، تحریر، ایک جھونکا، عبادت، بیسویں صدی کا انسان، عرفان کا حادثہ، کرب، جنگل کی آگ، ایک اور زلزلہ، تھکن کا ایک لمحہ'' وغیرہ متخیلہ کی بہترین مثالیں تو ہیں ہی اس کے ساتھ ساتھ ندیمؔ کی شاعری کا تنوع اور جدید فکر کی بھی ترجمان ہیں۔

احمد ندیم قاسمی کی نظموں میں جہاں جذبے کی سچائی کا اظہار ہے وہاں فکری دیانت کو بروئے کار لانے کی کوشش بھی ہے۔تراکیب، علامات اور استعارے ان کی شاعری کا جوہر ہیں۔''دشتِ وفا'' میں شامل ان کی نظم ''پسِ پردہ''بصری اور سمعی تمثالیت کی بہترین مثال ہے:

کیسا بپھرا ہوا سنّاٹا ہے
ہانپتے ہوئے جھونکوں کی قسم
تیرہ و تار اُفق پر اشجار
رقص کرتے ہوئے جنات کے خم

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

آغاز ہی میں شاعر نے ماحول کے سکوت اور تاریکی کے ساتھ ساتھ ہانپتے ہوئے جھونکوں کی تصویر بنا دی ہے۔تاریکی اپنے اندر سب کچھ چھپا لینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ہر چیز جیسے ایک پردہ اوڑھ لیتی ہے۔شاعر کی قوتِ متخیلہ نے سنّاٹے کی تجسیم کرتے ہوئے اس کے بپھرنے کی بات کی ہے۔سنّاٹے کی غضبناکی کا یقین دلانے کے لیے جھونکوں کی قسم بھی کھائی ہے۔ایک جانب سناٹا ہے کہ غضبناک ہوا بیٹھا ہے اور دوسری جانب ہوا کے جھونکے ہیں جو تیز چلنے کے باعث ہانپ رہے ہیں۔شاعر نے روزمرہ زندگی کے تلازمات استعمال کرتے ہوئے ہوا کی شدت اور تیزی ظاہر کرنے کے لیے ''ہانپتے ہوئے'' کے الفاظ میں تشبیہ کا استعما ل نہایت خوبی سے کیا ہے۔

اگلے مصرعے سے واضح ہو جاتا ہے کہ شاعر کی پیش کردہ تمثال میں رات کا منظر قاری کے سامنے ہے۔اُفق کی سرخی بھی باقی نہیں ہے۔وہ بھی اندھیرے میں ڈوب چکا ہے۔نظر اُٹھتی ہے تو اشجار، رقص کرتے ہوئے جنات کے خم کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔درج بالامصرعوں میں استعمال کیے گئے تلازمات، بپھرنا،سنّاٹا، ہانپتے ہوئے جھونکے، تیرہ و تار اُفق، رقص کرتے جنات یہ سب ظاہر کرتے ہیں کہ شاعر نے کسی سنسان جگہ کا ذکر کیا ہے۔جہاں صرف اشجار ایسی مخلوق ہے جو رات کے وقت تند و تیز ہوا کا مقابلہ کرنے کے لیے موجود ہے۔ہوا کی شدت سے جھونکوں کی سانس اکھڑتی جاتی ہے اور وہ ہانپنے لگے ہیں۔تیز ہوا نے درختوں کو محوِ رقص کر رکھا ہے۔جو اندھیرے میں اِدھر اُدھر جھومتے ہوئے جنات کے خم لگتے ہیں۔

اسی طرح'' محیط'' میں شامل نظم ''تحریر''مکمل طورپر سمعی وبصری اور حسّی تمثالیت کاخوب صورت نمونہ ہے:

ہوا لہروں پہ لکھتی ہے تو پانی ریت پر تحریر کرتا ہے
کہ ہم فرزندِ آدم کی طرح سب نقش گر ہیں
اہلِ فن ہیں
زندگی تخلیق کرتے ہیں
ستارہ ٹوٹ جاتا ہے
مگر بجھنے سے پہلے اپنی اس جگ مگ عبارت سے فنا پر خندہ زن ہوتا ہے
۔۔میں مٹ کر بھی آنے والے لمحوں میں درخشاں ہوں۔۔

احمد ندیم قاسمی کی شاعری کا بنیادی موضوع انسان اور انسانیت ہے۔ایسی انسانیت جو رنگ و نسل، خون، جغرافیائی حدود، منصب غرض ہر طرح کے مصنوعی امتیاز سے بالا تر ہے۔ان کا کمال یہ ہے کہ وہ صرف تمثال کاری ہی نہیں کرتے بلکہ ان کی تمثالیں قاری کو دعوتِ فکر و عمل بھی دیتی ہیں۔قاسمی صاحب کی قوتِ متخیلہ نے ہوا کی وجہ سے بننے والی لہروں کو ہوا کی تحریر بنا کر پیش کیا ہے۔اسی طرح ساحل کی ریت پر پانی کے نشانات، پانی کی تحریر ہیں ایک شاعر کے لیے۔(کہ حروف، نشانات کہلاتے ہیں) ہوا اور پانی کی تحریر ہے کیا؟ اس بارے میں آگے واضح ہو جاتا ہے۔اس نظم میں قاسمی صاحب ایسے انسانوں کو تلاش کرتے ہیں جو خیر کی قوتوں کو فروغ دیں اور شر کے خلاف آواز بلند کرنے کی ہمت رکھتے ہوں۔درج بالا مصرعوں میں شاعر نے نظامِ فطرت میں ہونے والی شکست و ریخت کو کس خوبی سے پرویا ہے۔ستارے کا ٹوٹنا اور دور تک لکیر کھینچتے ہوئے فنا ہونے کو بھی عبارت کہنا، تحریر کہنا نہ صرف نیا اور خوب صورت تلازمہ ہے بلکہ اُسے فنا پر خندہ زن سمجھنا،نئ زندگی کے آغاز کا استعارہ بھی ہے۔

در اصل شاعر کے نزدیک انسان ایک ایسی ہستی ہے جسے قدرت کی طرف سے عظیم درجا ت عطا کیے گئے ہیں۔جسے قدرت نے اپنی نعمتوں سے نوازا ہے کہ اس کے وجود سے کائنات نے نشو ونما پائی ہے۔قدرت کی اس شاہکار تخلیق کو اشرف المخلوقات اور خدا کا نائب تسلیم کیے بغیر اس کی تحسین ممکن نہیں۔انسان کو اس کے جذبہ انسانیت کی وجہ سے ہی اس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ وہ کائنات کا مرکز ٹھہرا۔خدا نے ساری

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

کائنات اس کی خدمت میں لگا دی۔اس نظم میں قاسمی صاحب اپنی قوتِ متخیلہ کے زیرِ اثر مظاہرِ فطرت کی آنکھ سے انسانی مرتبے کو دیکھ رہے ہیں اور اس کا اظہار بھی کر رہے ہیں کہ کائنات کی دیگر موجودات انسان کو زمین پر خدا کے نائب کی حیثیت سے دیکھ رہے ہیں۔بقول احمد ندیم قاسمی:

"جدید علوم اور جدید سائنس نے انسان کے دل و دماغ اور دست و بازو کو بہت مضبوط کر دیا ہے۔انسان کو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ شعوری عمل سے اپنا مقدّر بدل سکتا ہے۔وہ انسانی زندگی اور ماحول اور فضا کے تغیّرات کا عقلی تجزیہ کر سکتا ہے۔"۱۳

جو پتہ شاخ سے گرتا ہے
قرطاسِ ہوا پر دائروں میں لکھتا آتا ہے
کہ شاخوں پر تڑپتے دوستو !
اگلی بہاروں میں مجھے پھر لوٹنا ہے، پھوٹنا ہے، ٹوٹنا ہے، خاک ہونا ہے

شاعر اگر باریک بیں ہو تو اس کا مشاہدہ اس کے تخیل کو چار چاند بھی لگا دیتا ہے۔شاخ سے پتوں کا گرنا ایک عام اور معمول کی بات ہے۔ہم سب ہی کم و بیش اس منظر کو زندگی میں کئی بار دیکھتے ہیں۔یہاں شاعر نے پتّے کا شاخ سے گرنا اور دائرے کی صورت میں قرطاسِ ہوا پر لکھتے آنا، خوب صورت بصری تمثال پیش کی ہے۔خزاں میں پتوں کا گرنا، اگلی بہار میں نئے پتوں کا نکلنا، پھر سے ٹوٹنا، خاک ہونا، یہ سب فطری عمل ہے جو ایک تسلسل کے ساتھ صدیوں سے ہوتا چلا آ رہا ہے۔ندیمؔ پر فطرت کے مشاہدے میں انہاک، توجہ اور زندگی کے دائمی تسلسل کا بھید کھلتا ہے۔وہ ہمیں متنوع پیرایوں میں بتاتے ہیں کہ جہاں زندگی ختم ہوتی ہے، وہیں سے ایک نئی زندگی جنم لیتی ہے۔

فنّی نکتہ نگاہ سے دیکھا جائے تو قاسمی صاحب کا تخیل ہماری موروثی لغت، افہام و تفہیم، اُسلوبیات اور بندشوں کو توڑتا ہوا نئے سانچوں میں ڈھال کر عصری شعور اجاگر کرتا، نئے معانی کشید کرتا اور نئی صورتیں تخلیق کرتا ہے۔بقول ڈاکٹر سعادت سعید: "شاعری فرد کی ذات اور معاشرے میں جنم لیتی ہے۔نئی بصیرتوں اور نئے حقائق کو نئی شکلوں اور شباہتوں میں پیش کرتی ہے۔"۱۴ ندیمؔ کی شاعری میں موجوداتِ فطرت کے انسانی زندگی پر اثرات، جذباتی تسلسل اور نفسیاتی تحلیل کا عمل بعض اوقات ساتھ ساتھ دکھائی دیتے ہیں۔ان کی شاعری میں فطرت نگاری ابتدا سے ہی موجود ہے۔اس بارے میں ڈاکٹر ناہید قاسمی لکھتی ہیں:

"ندیم کے ابتدائی کلام کو ان کا "نو مشقی" دور کہا جاتا ہے لیکن اس میں فطرت نگاری اپنی سادگی اور سچائی کے ساتھ بھر پور اور مکمل وجود اور حیثیت و اہمیت رکھتی ہے۔"۱۵

مگر وہ خاک، جو اشجار کی ماں ہے
وہ کوندا، جو گھٹا پر ثبت کر کے دستخط اپنے
بظاہر جا چکا ہوتا ہے
چھپ کر دیکھتا ہے
کس طرح تاریکیوں میں زلزلے آتے ہیں
منظر جاگ اُٹھتے ہیں

احمد ندیم قاسمی نے اپنے ارد گرد ہونے والی انقلابی تبدیلیوں کو نہ صرف دیکھا، محسوس کیااوربیان کیا بلکہ اپنے مشاہداتی رویے کے سبب شعوری تجزیہ بھی کیا ہے۔اور یوں انھوں نے اپنے لا شعور کے بیش بہا خزانے واکیے۔یہیں سے فن، فن کار، تخیل اور تخلیق کے رشتے ایک نئی ڈگر پر چلنے لگتے ہیں۔اسی تناظر میں جوش ملیح آبادی کے خیالات قابلِ غور ہیں:

''شاعری اور انسانیت کے اس پیغمبرانہ معیار پر نگاہ کر کے جب قاسمی کی جانب نظر اُٹھاتا
ہوں تو بلا خوف۔یہ نعرہ لگاتا ہوں کہ قاسمی حقیقی شاعر اور انسانیت اور شعریت کا ایک
ایسا دل کشا سنگم ہے جس کا اور جوڑ نہیں مل سکتا۔'' ۱۶

برسات کے موسم میں بالعموم بجلی لپکنے کا منظر، بغور دیکھا جائے تو حقیقتاً جس پر کسی تحریر کا شائبہ ہوتا ہے، اس کے لیے دستخط کا تلازمہ ایک بالکل نیا اور انوکھا پن تورکھتا ہے لیکن غیر مناسب ہر گز نہیں۔یہاں بھی شاعر نے خوب تمثال کاری سے کام لیا ہے کہ واقعی منظر جاگ اُٹھا ہے۔قاسمی صاحب کی شاعری کا حسن یہ ہے کہ وہ کائناتی ترقی میں حرکت و عمل کو اہم قرار دیتے ہیں۔ان کے نزدیک زندگی کا اصل ہونا کسی بھی وجود کے ہونے میں ہی نہیں بلکہ اس کے نہ ہونے اور پھر لوٹ کر آنے کی اُمید میں بھی مضمر ہے۔اس لیے کہ حرکت ہی زندگی کا حُسن ہے۔وہ کائنات میں موجود ہر شے کے اندر مضبوط ارادے اور مقصد سے بھر پور ہونے کو پوری توانائی سے بیان کرتے ہیں۔شاعر صرف انسان ہی کو نہیں بلکہ کائنات میں موجود ہر شے کو اُس کا جائز مقام دلانے اور اس کی عظمت منوانے کا خواہش مند ہے۔

اصل میں قاسمی صاحب کا قلم براہ راست ہمارے ارد گرد پھیلے ہوئے ان تمام موضوعات پر چلتا ہے جن پر عام آدمی کی نظر نہیں جاتی مگر شاعر کی قوتِ متخیلہ ان کے اندر چھپے سب کر داروں کو نہ صرف کھوجتی ہے بلکہ ان پر سے پردہ بھی اُٹھاتی دکھائی دیتی ہے۔نظامِ آزادی اورجمہوریت، مظلوم اور محکوم لوگوں کے مسائل، طبقاتی تضاد اور سامراج کی غلامی سے اِقتدار کی ہوس میں امن تباہ کرتے کردار بھی اس تخیل سے بعید نہیں ہیں۔

درج ذیل مصرعے ملاحظہ کیجیے۔

وہ جالا جو پسِ در کتنے برسوں سے تنا ہے
اک صحیفہ ہے
کبھی سورج کی کرنوں میں اسے دیکھو
تو پوری کائنات اس میں مجسم پاؤ گے اور جھوم جاؤ گے

قاسمی صاحب کی یہ نظم یا دیگر بیشتر نظمیں قافیہ سے آزاد ضرور ہیں مگر بحر سے آزاد نہیں۔قاسمی صاحب کی نظموں میں تقریباً ہر مصرعے کے ارکان حسبِ ضرورت مکمل ہیں اور صورتی اعتبار سے بھی ان میں شاعر بحر کا پابند دکھائی دیتا ہے۔یہ شاعر کی خوبی ہے کہ اس نے اپنے تخیل کی پرواز کو اس قدر پُر اثر اور با معنی کیا ہے کہ موسیقیت کا بے مثال تسلسل ضائع ہونے سے بچ گیا۔قاسمی صاحب کی اس نظم میں نہ صرف کیفیتی تسلسل ہے بلکہ منطقی ہم آہنگی بھی قائم ہے۔اگرچہ شاعر جذباتی تسلسل کے پیشِ نظراپنے بیان کو مکمل کرنے اور جذباتی ماحول کی ترجمانی کے لیے لا شعورکی گہرائیوں میں اُتر جاتا ہے۔اور یوں اپنے قاری کے لیے جذباتی تسلسل کی موجودگی کے باوجودشاعر کا تخیل دُور اُفتادہ استعارے اور نئ تشبیہات تخلیق کر کے اس قدر تنوع پیدا کرتا ہے کہ کیفیتی اور جذباتی ہم آہنگی کے حصول کے لیے وہ اپنے قاری کے لیے منطقی تسلسل چھوڑ دیتا ہے:

کتابیں پڑھنے والے تو نہ مانیں گے
مگر از خاک تا افلاک، جو کچھ بھی ہے، وہ تحریر ہے
الفاظ ہیں، اعراب ہیں، نقطے ہیں، شوشے ہیں، کششیں ہیں
دائرے ہیں، حرف ہیں
جن میں طلسمِ زندگی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

اسرار کا اظہار کرتا ہے

(نومبر ۱۹۴۷ء)

ہم کہہ سکتے ہیں کہ ندیم آپنے تخیل کی اُڑان کے باعث صوتی ہم آہنگی اور شعریت سے بھرپور معنی لیے ہوئے الفاظ سے اس قدرواقف ہے کہ چند الفاظ میں ایک پوری تصویر ہمارے سامنے پیش کر دیتا ہے۔جس کا پس منظر اور پیش منظرہمارے سامنے ان کی نظموں کے تین طرح کے مطالب سامنے لاتا دکھائی دیتا ہے۔ایک وہ جن کے معنی لُغت فراہم کرتی ہے۔دوسرے وہ متعلقہ خیالات اور جذبات جو ذہن ِلاشعور میں پیدا ہوتے ہیں۔اور تیسرے وہ جو مناسب لفظ نہ ملنے کے باعث ''طلسم ِزندگی میں اسرار کا اظہار '' کرتے دکھائی دیتے ہیں۔جنھیں قاسمی صاحب کی قوت ِمتخیلہ ہی سمجھ سکتی ہے اور انھی کا جادو اثر قلم ہی بیان کر سکتا ہے

حوالہ جات

۱۔محمدہادی حسین، مغربی شعریات (لاہور: مجلس ِترقی ِادب،۱۹۸۶ء) ص، ۲۳۳

2. https://www.masterclass.com/articles/poetry-101-what-is-imagery-

۳۔محمدہادی حسین، مغربی شعریات (لاہور: مجلس ِترقی ِادب، ۱۹۸۶ء)ص، ۲۵۰، ۲۵۲

۴۔محمد حسین آزاد، نظم اور موزوں کلام کے باب میں خیالات، مشمولہ،نظمِ آزاد(لاہور، مفید عام پریس، ۱۸۹۹ ء) ص، ۲

۵۔قیصر نجفی، آدھی ملاقات، مشمولہ، فنون، ندیم صدی نمبر، (لاہور: شمارہ ۱۳۹، ۱۴۰، ۲۰۱۹ ء) ص، ۳۴۹

۶۔۔امجد اسلام امجد، احمد ندیم قاسمی کی نظمیں، مشمولہ،سہ ماہی فنون،(لاہور: شمارہ ۱۳۹، ۱۴۰، ۔ندیم صدی نمبر، جلد اوّل، ۲۰۱۹ء) ص، ۲۹۱

۷۔ایضاً ، ص، ۲۹۳

۸۔سیّد عبداللہ، ڈاکٹر،وہ کہ شاعر بھی ہے انسان بھی ہے، ایضاً، ص: ۲۸۵

۹۔ایضاً

۱۰۔وزیر آغا، ڈاکٹر، اُردو شاعری کا مزاج (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۴۷ ء) ص: ۴۴۱

۱۱۔سعادت سعید، ڈاکٹر، کجلی بن (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ ء) ص: ۱۱

۱۲۔قیصر نجفی، احمد ندیم قاسمی کی نظم نگاری، مشمولہ، سہ ماہی فنون(لاہور: شمارہ ۹۳۱،۰۴۱۔ندیم صدی نمبر، جلد اوّل، ۲۰۱۹ء) ص: ۱۴۳

۱۳۔احمد ندیم قاسمی، ماضی قریب اورلحہ رواں کی غزل، مشمولہ نقوش لاہور: جون ۱۹۸۵ء) ص: ۲۶

۱۴۔سعادت سعید، ڈاکٹر، مرتبہ، انتخاب ِنظمِ راشد (لاہور: شعبہ اُردو،جی سی یونیورسٹی۲۰۱۰ء) ص: ۶

۱۵۔ناہید قاسمی، ڈاکٹر، جدید اُردو شاعری میں فطرت نگاری(کراچی:انجمن ِترقی ِاُردو،۲۰۰۲ء) ص:۲۵۹

۱۶۔جوش ملیح آبادی، احمد ندیم قاسمی۔۔حقیقی شاعر، مشمولہ، مٹّی کا سمندر، مرتبہ: ضیا ساجد (لاہور:مکتبہ القریش، ۱۹۹۱ء) ص، ۵۴۹